رہنمائے شیعہ

مصنف مولانا افتخار احمد حبیبی قادری

باہتمام محمد قاسم قادری عطاری ہزاروی

ناشر۔ مکتبہ غوثیہ ہول سیل [illegible]

عرضِ ناشر

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں اور دُرود وسلام ہو پیارے مصطفےٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جن کو اللہ عزّوجل نے تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا۔ الحمدللہ کتاب رہنمائے شیعہ خطیب اہلسنّت، مناظر اہلسنّت حضرت علامہ مولانا افتخار احمد حبیبی کی تصنیف ہے۔ یہ کتاب شیعہ مذہب کے متعلق ایک اہم معلوماتی اور جامع کتاب ہے۔ الحمدللہ مکتبہ غوثیہ اس کتاب کو شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ چونکہ حضرت علامہ مولانا افتخار احمد حبیبی صاحب نے مکتبہ پر تشریف لا کر مکتبہ غوثیہ کو رونق بخشی اور اپنی تمام کتابوں کی اجازت بھی مرحمت فرمائی۔ ہم اراکین مکتبہ غوثیہ ان کے تہِ دل سے مشکور ہیں کہ انہوں نے اس سلسلے میں مکتبہ غوثیہ کا انتخاب فرمایا۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے حضرت کا سایہ تادیر اہلسنّت وجماعت پر قائم ودائم رکھے اور ہمیں حضرت کی شخصیت سے مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

خادم دارالعلوم غوثیہ ومکتبہ غوثیہ

محمد قاسم عطاری قادری ہزاروی

شرفِ انتساب

میں اپنی اس کاوش کو خلیفہ اوّل امیر المؤمنین وخلیفہ بلافصل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیّدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وخلفاء ثلاثہ اور جمیع صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی عِفّت مآب عظمتوں کے نام کرنے کا شرف حاصل کرتا ہوں۔

گر قبول افتدزھے عز و شرف

افتخار احمد حبیبی قادری

۱۵ جنوری ۲۰۰۰ء

ابتدائیہ

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت مولانا الحافظ القاری افتخار احمد حبیبی قادری ایک جید عالم، ممتاز محقق اور بلند پایہ دانشور ہیں۔ اپنے معاصرین میں آپ کو ایک نمایاں مقام اور منفرد حیثیت حاصل ہے۔ بلوچستان کے صوبائی دارالحکومت کوئٹہ میں علمِ دین کی تبلیغ و ترویج میں ہمہ تن مصروف و مشغول ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ بلوچستان علمی و ادبی ترقی کے حوالے سے نہایت پس ماندہ علاقہ ہے اور مستزاد یہ کہ یہاں وسائل و ذرائع کی کمی بھی علمی ترقی کیلئے بہت بڑی رکاوٹ ہے اسکے باوجود حضرت موصوف اپنے گرامی مرتب والدِ بزرگوار اور برادرِ ذی وقار کی معیت میں علمِ دین کی شمع کو روشن کئے ہوئے، جو کہ ایک جہادِ اکبر سے کم نہیں ہے۔

حضرت علامہ موصوف متعدد تحقیقی کتابوں کے مصنف ہیں۔ زیرِ نظر کتاب (رہنمائے شیعہ) اسی سلسلہ زریں کی ایک کڑی ہے۔ حضرت موصوف اپنے پہلو میں ایک درد مند دل رکھتے ہیں ان کی خواہش ہے کہ حق کا بول بالا ہو، نور کا اُجالا ہو۔ آفتابِ اسلام کی ضیا بار کرنیں ہر طرف پھیل جائیں اور پوری دُنیا کو منوّر کر کے باطل کی تاریکیوں کو ختم کردیں۔ اسی مقصد کی خاطر درس و تدریس کے ساتھ تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے تاکہ حق کی آواز مؤثر انداز میں لوگوں کے کانوں تک پہنچے۔ آپ کا اندازِ تحریر انتہائی سادہ، باوقار اور سلیس ہونے کے علاوہ نہایت شگفتہ اور دلنشین ہے۔ مشکل تراکیب اور مغلق کلمات سے کلیۃً اجتناب کیا گیا ہے تاکہ ہر سطح کا قاری اس علمی اور تحقیقی کاوش سے بھرپور استفادہ کر سکے۔

رہنمائے شیعہ میں چند ایسے بنیادی مسائل پر تحقیق کی گئی ہے، جن کی وجہ سے اہل سنت اور اہل تشیع کے درمیان اختلاف کی ایک گہری خلیج حائل ہے۔ ان مسائل پر نہایت دھیمے اور دردمندانہ لب و لہجے میں گفتگو کر کے حقیقت کو روزِ روشن کی طرح یوں بے نقاب کر دیا گیا ہے کہ کوئی بھی ذی شعور اور حقیقت پسند انسان اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ تعصب، ضد اور ہٹ دھرمی کا تو کوئی علاج نہیں لیکن حق کی جستجو کا جذبہ دل میں موجود ہو تو یہ کتاب راہنمائی کیلئے کافی ہے۔

ان مسائل میں سے ہر ایک مسئلے پر ویسے تو ایک ضخیم کتاب ترتیب دی جا سکتی ہے لیکن مؤلف علام نے اختصار کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے ایک مختصر سا مجموعہ تیار کیا ہے کیونکہ خَیْرُ الْکَلَامِ مَا قَلَّ وَدَلَّ بہترین کلام وہ ہے جو قلیل الفاظ و کلمات پر مشتمل ہو لیکن اپنے معنی و مفہوم پر بھرپور دلالت کرے۔ سمجھنے والوں کیلئے تو یہی کافی ہے البتہ نا سمجھنے والوں کیلئے دفتر بھی ناکافی ہے۔

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر   مردِ ناداں پہ کلام نرم و نازک بے اثر

اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم و لا الضآلین ط آمین یا ربّ العالمین بجاہِ حبیبک المبعوث رحمۃ اللعلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ الطیبین و خلفائہ المھدیین و سآئر الصحابۃ اجمعین ہ

خادمِ اہلسنّت ؒ محمد افضل منیر عفی عنہ (ایم۔اے)

فاضل دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف، ضلع سرگودھا

بســم اللّٰہ الر حمٰن الر حــیم

لفظ شیعہ کی تحقیق

سوال ﴾ قرآن حکیم میں شیعوں کی بڑی تعریف آئی ہے۔ نبیوں اور ان کے پیروکاروں کو شیعہ کہا گیا ہے۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مذکور ہے کہ جب آپ شہر میں داخل ہوئے تو آپ نے دو آدمیوں کو لڑتے ہوئے دیکھا۔ ان دونوں کا تعارف خدا تعالیٰ نے ان الفاظ میں کرایا:

هذا من شیعتہٖ و هذا من عدوه ط (القرآن)

کہ ایک تو موسیٰ (علیہ السلام) کا شیعہ تھا اور دوسرا موسیٰ (علیہ السلام) کا دشمن تھا۔

معلوم ہوا کہ جو نبی کو مانے وہ شیعہ ہے اور جو نہ مانے وہ شیعہ نہیں ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

و ان من شیعتہٖ لابراهیم (القرآن)

کہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) بھی حضرت نوح (علیہ السلام) کے شیعہ تھے۔

لہٰذا اب سُنّیوں کو چاہئے کہ شیعوں کو برا نہ کہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ

قل اننی هدانی ربی الیٰ صراط مستقیم دینا قیما ملة ابراهم حنیفاً ط و ما کان من المشرکین ط

یعنی تم فرما دو بیشک میرے ربّ نے مجھے سیدھی راہ دکھائی۔ ٹھیک دین ابراہیم کی ملت، جو ہر باطل سے جدا ہے اور وہ مشرک نہ تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ربّ نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ تم یوں کہو کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی راہ دکھائی اور یہی راہِ مستقیم ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام شیعہ تھے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی شیعہ تھے۔ اب شیعوں کو گالی دینا نبیوں کو گالی دینا ہے اور جو نبیوں کو گالی دیتا ہے وہ جہنمی ہے۔ معلوم ہوا کہ سنّی جہنمی ہیں۔

جواب ۱ ﴾ شیعہ عربی زبان کا لفظ ہے، جس کا معنی جماعت، گروہ اور ٹولہ کے آتے ہیں۔ ہر گروہ کو شیعہ کہہ سکتے ہیں۔ خود شیعہ حضرات کی معتبر تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ والشیعاه الفرق و کل فرقة شیعة علیٰ عدده سموا بذلك لان بعضهم یشیع علیٰ مذهبہٖ (تفسیر مجمع البیان، ج ۴ص ۳۰۴) یعنی شیعہ فرقوں کو کہتے ہیں اور ہر فرقہ مستقل طور پر شیعہ ہے اور ہر فرقہ کا نام شیعہ اس لئے رکھا گیا کیونکہ بعض لوگ بعض کی مذہب کے مسئلہ میں تابعداری کرتے ہیں۔

وان من شیعتہٖ لابراھیم میں تو صرف یہ کہا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی حضرت نوح علیہ السلام کے گروہ میں سے ہیں یہ کہاں مذکور ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شیعہ تھے؟ اور ھٰذا من شیعتہٖ و ھذا من عدوہٖ کا معنی صرف یہ ہے کہ ایک آدمی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے گروہ میں سے تھا اور دوسرا ان کا دشمن تھا۔ یہ کہاں لکھا ہے کہ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا شیعہ تھا۔ اب اگر شیعوں کو اس بات پر اصرار ہے کہ سورۂ قصص میں اللہ تعالیٰ نے جس کو ھٰذا من شیعتہٖ کہا ہے، وہ قابلِ اتباع ہے، تو چشم ما روشن دلِ ما شاد، آیئے دیکھیں کہ وہ آدمی کون تھا؟ تفسیر منہج الصادقین میں ہے: ھٰذا من شیعتہٖ: آن یکے از پیروانِ موسیٰ بود، از بنی اسرائیل، نام او سامری بود۔ (منہج الصادقین، ج ۷ ص ۷۹) یعنی وہ اسرائیل میں سے تھے اس کا نام سامری تھا۔ مندرجہ بالا شیعی تفسیر سے معلوم ہوا کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے مذہب پر نہ تھا۔ صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں سے تھا۔ اگر وہ موسیٰ علیہ السلام کے مذہب پر ہوتا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اسے کبھی یہ نہ فرماتے، انک لغوی مبین ط بے شک تو گمراہ آدمی ہے۔

نیز حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کوہِ طور پر تشریف لے جانے کے بعد اسی شیعہ نے بچھڑا بنایا تھا اور اسی شیعہ نے قوم کو شرک کی ترغیب دی تھی تو ربِّ ذوالجلال نے اس شیعہ کو لَا مِسَاس کے عذاب میں گرفتار کیا تھا...... کیا اب بھی شیعہ اس پر فخر کریں گے؟

اب ہم علاج بالمثل کے طور پر عرض کرتے ہیں کہ قرآنِ کریم میں اکثر مقامات پر شیعہ کا لفظ بدکاروں، کافروں، مشرکوں اور جہنمیوں کیلئے استعمال ہوا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

آیت نمبر۱﴿ ان الذین فرقوا دینھم وکانو شیعا لست منھم فی شئی (الانعام:۱۵۹) بے شک جن لوگوں نے دین کے ٹکڑے کئے، وہ شیعہ تھے۔ اے محبوب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! آپ کا ان لوگوں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

۱...... انھم الکفار و المشرکین ...... کہ یہ کافر اور مشرک ہیں۔

۲...... انھم الیھود و النصاری ...... کہ بے شک یہ یہودی اور عیسائی ہیں۔

۳...... انھم اھل الضلٰلۃ و اصحاب الشبھات و البدع من ھذہ الامۃ ...... اس آیتِ کریمہ میں ان لوگوں کو شیعہ کہا گیا ہے، جو ہیں تو اس اُمت سے، لیکن بدعتی، گمراہ اور اصحاب شبہات ہیں۔ اور یہ تیسرا قول امام باقر سے منقول ہے۔ (مجمع البیان، ج ۲ ص ۳۸۹، تفسیر منہج الصادقین، ج ۳ ص ۴۷۵)

آیت نمبر۲﴿ ان فرعون علا فی الارض و جعل اھلھا شیعا (پ ۲۰، قصص:۴) بے شک فرعون نے زمین پر غلبہ حاصل کر لیا اور وہاں کے لوگوں کو شیعہ بنا دیا۔

آیت نمبر۳﴾ قل هو القادر علیٰ ان یبعث علیکم عذابا من فوقکم او من تحت ارجلکم او یلبسکم شیعا (پ۷،الانعام:۶۵) اے محبوب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! فرمادیجئے کہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ وہ تمہارے اوپر عذاب نازل کرے یا نیچے سے عذاب نازل کرے یا تم کو شیعہ بنادے۔

تفسیر قُمی میں اسی آیت کے تحت لکھا ہے: او یلبسکم شیعا ہ و هو الاختلاف فی الدین و طعن بعضکم علیٰ بعض ط (تفسیر قمی، ج ۱ ص ۲۰۴) شیعہ وہ ہے، جو دین میں اختلاف کرے اور ایک دوسرے پر طعن کریں۔

موجودہ شیعہ بعینہٖ اسی تفسیر کے مطابق قرآن حکیم سے اختلاف کرتے ہیں اور اصحابِ ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی خلافت کے منکر ہیں اور ان پر زبان طعن دراز کرنے کو عبادت سمجھتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ عذابِ الٰہی کی ایک مجسم شکل کا نام شیعہ ہے۔

آیت نمبر۴﴾ و اقیموا الصلوٰۃ و لا تکونو من المشرکین من الذین فرقوا دینهم و کانوا شیعا (پ۲۱، سورۂ روم:۳۱،۳۲) نماز قائم کرو، مشرکوں میں سے نہ ہو جاؤ، یعنی ان لوگوں میں سے جنہوں نے دین میں تفرقہ ڈالا اور شیعہ تھے۔

آیت نمبر۵﴾ و لقد ارسلنا من قبلك فی شیع الاوّلین الخ (پارہ:۱۴، آیت:۱۰) اے محبوب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! ہم نے آپ سے پہلے زمانوں کے شیعوں کے پاس رسول بھیجے۔ جو رسول بھی ان کے پاس گیا وہ شیعہ اس رسول کے ساتھ ٹھٹھا کرتے تھے۔

تفسیر منہج الصادقین میں ہے کہ شیع جمع شیعہ است۔ (منہج الصادقین، ج ۵ ص ۱۵۰)

شیعہ تو وہ قوم ہے کہ خود نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا: هم شیعتك فسلم ولدك ان یقتلوهم اے علی! اپنے شیعوں سے اپنی اولاد کو بچا، یہ تیری اولاد کو قتل کریں گے۔ (کافی، کتاب الروضۃ، ج ۸ ص ۲۶۰)

نیز خود حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، لو تمیزت شیعتی لم اجدهم الا واصفة ولو امتحنتهم لما وجدتهم الا مرتدین اگر میں اپنے شیعوں کو الگ کروں تو یہ منافق ہیں اور اگر ان کا امتحان لوں تو سب کو مرتد پاؤں۔ (کافی، کتاب الروضۃ، ج ۸ ص ۲۲۸)

جواب ۲ ﴾

وان من شیعتہٖ لاِبراھیم ٥ میں ابراہیم کا دین شیعہ قرار نہیں دیا گیا، نہ ہی ان کی ملت کو شیعہ قرار دیا گیا۔ جبکہ قرآن حکیم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حنفی مسلمان اور ان کی ملت کو ملتِ حنیف کہا گیا ہے۔

ارشادِ ربانی ہے: قل بل ملة ابراھیم ط (البقرہ:۱۳۵) تم فرماؤ، بلکہ ہم تو ابراہیم کا دین لیتے ہیں، جو ہر باطل سے جدا ہے۔

اس آیتِ کریمہ سے معلوم ہوا کہ ہم سب دینِ ابراہیم پر ہیں اور اسی کو دینِ حنیف بھی کہا جاتا ہے۔ اسی بات کو خداوندِ قدوس نے متعدد مقامات پر بیان فرمایا ہے:

ما کان ابراھیم یھودیا و نصرانیا و لٰکن کان حنیفا مسلما وما کان من المشرکین (پ۳، آیت:۶۷)

ابراہیم (علیہ السلام) نہ یہودی تھے، نہ نصرانی بلکہ (حنفی مسلم) ہر باطل سے جدا مسلمان تھے اور مشرکوں سے نہ تھے۔

قل صدق اللّٰہ ط فاتبعوا ملة ابراھیم حنیفا و ما کان من المشرکین (پ۴، آل عمران:۹۵)

تم فرماؤ، اللہ سچا ہے، تو ابراہیم (علیہ السلام) کے دین پر چلو جو (حنیف) ہر باطل سے جدا تھے اور مشرک کرنے والوں میں سے نہ تھے۔

و من احسن دینا ممن اسلم و جھہ للّٰہ و ھو محسن واتبع ملة ابراھیم حنیفا
واتخذ اللّٰہ ابراھیم خلیلا ٥ (پ۵، النساء:۱۲۵)

اور اس سے بہتر کس کا دین ہے، جس نے اپنا منہ اللہ کیلئے جھکا دیا اور وہ نیکی والا ہے
اور ابراہیم کے دین پر چلا، جو ہر باطل سے جدا تھا اور اللہ نے ابراہیم کو اپنا خلیل بنالیا۔

انی وجھت وجھی للذی فطر السمٰوٰت والارض حنیفا و ما انا من المشرکین (پ۷، انعام:۷۹)

(حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے اعلان کیا) میں نے اپنا منہ اس ذات کی طرف کیا،
جس نے آسمان وزمین بنائے، (حنیف ہوکر) ایک اسی کا ہوکر اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔

قل انني ھدانی ربی الیٰ صراط مستقیم دینا قیما ملة ابراھیم حنیفا وما کان من المشرکین

تم فرماؤ، بے شک مجھے میرے ربّ نے سیدھی راہ دکھائی ٹھیک دینِ ابراہیم کی ملت،
جو (حنیف) ہر باطل سے جدا تھے اور مشرک نہ تھے۔ (پ۸، انعام:۱۶۱)

و ان اقم وجھك للدین حنیفا ولا تکونن من المشرکین (پ۱۱، یونس:۱۰۵)

(اور مجھے حکم دیا گیا ہے) کہ اپنے منہ کو دین کیلئے سیدھا رکھ (حنفی ہوکر) ہر باطل سے الگ ہوکر
اور ہرگز شرک کرنے والوں میں سے نہ ہونا۔

ان ابراھیم کان اُمة قانتا للّٰہ حنیفا ولم یك من المشرکین (پ۱۴، النحل:۱۲۰)

بے شک ابراہیم ایک امام تھا اللہ کا فرمانبردار (حنفی) ہر باطل سے جدا اور مشرک نہ تھا۔

ثم اوحینا الیك ان اتبع ملة ابراهیم حنیفا وما كان من المشركین (پ۱۴،النحل:۱۲۳)

پھر ہم نے تمہیں وحی بھیجی کہ دین ابراہیم کی پیروی کرو، جو (حنیف) ہر باطل سے الگ تھا اور مشرک نہ تھا۔

فاقم وجھك للدین حنیفا (پ۲۱،الروم:۳۰)

اپنا منہ سیدھا کرو اللہ کی اطاعت کیلئے (حنیف ہوکر) اکیلئے اسی کے ہوکر۔

قرآن کریم میں دومقامات پر لفظ حنیف کی جگہ حُنَفَاء بھی استعمال ہوا ہے۔ارشادِ ربانی ہے:

حنفآء للہ غیر مشركین بہٖ (پ۱۷،حج:۳۰)

ایک اللہ کے ہوکر رہو کہ اس کا کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔

ومآ اُمروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین حنفاء (پ۳۰، البیّنة:۵)

اوران لوگوں کو تو یہی حکم ہوا ہے کہ اللہ کی بندگی کریں خالص اُسی کیلئے دین اختیار کرتے ہوئے ہر باطل سے الگ ہوکر۔

قرآن حکیم کی مندرجہ بالا آیاتِ کریمہ سے معلوم ہوا کہ ہم اُمتِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوکر بھی دین ابراہیم علیہ السلام پر ہیں جو کہ دین حنیف کہلاتا ہے۔جس طرح دین اسلام یعنی دینِ مصطفیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں اور دین حنیف یعنی دین ابراہیم میں اس اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے کہ دین مصطفےٰ دین ابراہیم کو اپنے ضمن میں لئے ہوئے ہے۔اسی طرح حنفی مذہب اور دین اسلام میں بھی کوئی فرق نہیں ہے اس لئے کہ حنفی مذہب دین اسلام (قرآن وسنت) کا صحیح نچوڑ ہے اور ہم اپنے آپ کو اسی ملتِ ابراہیم کی وجہ سے حنفی کہلواتے ہیں۔

سیّدنا امام اعظم نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ابوحنیفہ اس لئے نہیں کہا جاتا کہ آپ کی کسی صاحبزادی کا نام حنیفہ تھا بلکہ آپ کو ابو الملّة الحنفیة کہا جاتا تھا جو کہ کثرتِ استعمال کی وجہ سے تخفیف کی خاطر ابوحنیفہ رہ گیا۔

مشہور مؤرخ علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ نعمان کی کنیت جو نام سے زیادہ مشہور ہے حقیقی کنیت نہیں ہے۔امام کی کسی اولاد کا نام حنیفہ نہ تھا۔یہ کنیت وصفی معنی کے اعتبار سے ہے یعنی کہ ابو الملة الحنیفہ (سیرۃ نعمان از شبلی نعمانی، ص۳۴)

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے:

فاتبعوا ملّة ابراهیم حنیفا ط سو ابراہیم کے طریقہ کی پیروی کرو، جو ایک خدا کے ہو رہے تھے۔

امام ابوحنیفہ نے اسی نسبت سے اپنی کنیت ابوحنیفہ اختیار کی۔

اصلی کلمۂ اسلام

شیعہ حضرات اہلسنت کے ساتھ اکثر مسائل میں اختلاف کرتے چلے آئے ہیں اور اہلسنّت کی جانب سے مدلل و مسکت جوابات پاتے رہے ہیں۔ کچھ عرصے سے موجودہ شیعہ حضرات نے کلمہ طیبہ، کلمہ اسلام پر بھی اختلاف شروع کر دیا ہے اور کہنا شروع کر دیا ہے کہ

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ، عَلِیٌّ وَلِیُّ اللّٰہِ وَصِیُّ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَ خَلِیْفَتُہ‘ بِلَا فَصْلٍ

یہی اصلی کلمہ ہے، جب تک عَلِیٌّ وَلِیُّ اللّٰہِ وَصِیُّ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَ خَلِیْفَتُہ‘ بِلَا فَصْلٍ کا اقرار نہ کیا جائے گا آدمی کا اسلام اور ایمان کامل نہ ہوگا ناقص ہی رہے گا۔ ہم دلائل کی روشنی میں عرض کریں گے کہ ان کا یہ دعویٰ بالکل بے بنیاد ہے۔

وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ

دلیل نمبر ۱ اگر ان الفاظ کا اقرار مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کیساتھ ضروری ہوتا تو خداوند قدوس اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کی تبلیغ کا حکم فرماتا اور خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی یہی کلمہ پڑھا کر کافروں کو مسلمان کرتے اور آپ کے بعد شیعہ حضرات کے مزعومہ بارہ معصوم ائمہ بھی یہی کلمہ پڑھا کر کافروں کو مسلمان کرتے۔ لیکن نہ تو خدا نے شیعوں کے کلمہ کی تبلیغ کا حکم دیا اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ کلمہ پڑھا کر کسی کافر کو مسلمان کیا اور نہ ہی ائمہ اطہار نے۔ معلوم ہوا کہ شیعہ حضرات کا کلمۂ اسلام میں یہ اضافہ من گھڑت ہے۔

﴿دلیل نمبر ۲﴾

قلم نے سب سے پہلے خدا کے حکم سے خالص کلمۂ اسلام لکھا

شیعہ حضرات کے مشہور مجتہد مُلّا باقر مجلسی اپنی مشہور کتاب حیات القلوب میں لکھتے ہیں کہ

وازنورِ لوح قلم را آفرید وبسوئے قلم وحی نمود کہ بنویس توحید مرا۔ پس قلم ہزار سال مدہوش گردید از شنیدن کلام الٰہی۔ وچوں بہوش باز آمد، گفت پروردگارا! چہ چیز بنویسم؟ فرمود بنویس لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ط پس قلم چوں نام محمد ﷺ راشنید، بسجدہ افتاد وگفت سُبْحَانَ اللّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ، سُبْحَانَ الْعَظِيْمِ الْاَعْظَم پس سر برداشت وشہادتین رابنوشت وگفت، پروردگارا کیست محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ نامِ اُورابنامِ خود ویادِ اُورابیادِ خود مقرون گردانیدی۔ حق تعالیٰ وحی فرمود کہ اے قلم! اگر اونمی بود ترا خلق نمی کردم دنیا فریدم خلق رامگر برائے اُو۔ (حیات القلوب، ج ۲ ص ۸، مطبوعہ تہران)

اور خدا نے لوح کے نور سے قلم کو پیدا فرمایا اور قلم کی طرف وحی کی کہ میری توحید لکھ۔ پس قلم کلامِ الٰہی سن کر ہزار سال تک مدہوش رہی اور جب دوبارہ ہوش میں آئی تو عرض کی اے پروردگار! کونسی چیز تحریر کروں؟ فرمایا لکھ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پس جب قلم نے نامِ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سنا، سجدہ میں گری اور کہا، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ، سُبْحَانَ الْعَظِيْمِ الْاَعْظَم پس اس نے سجدہ سے سر اُٹھا کر شہادتین کو لکھا اور عرض کیا اے مولا! یہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کون ہیں کہ جس کے نام کو تو نے اپنے نام کیساتھ اور جن کی یاد کو تو نے اپنی یاد کیساتھ مقرون فرمایا ہے۔ حق تعالیٰ نے وحی فرمائی، اے قلم! اگر محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نہ ہوتے تو تجھ کو پیدا نہ کرتا اور مخلوق کو صرف اسی کیلئے میں نے پیدا کیا ہے۔

﴿دلیل نمبر ۳﴾

آدم علیہ السلام نے عرش پر سُنّیوں والا کلمہ لکھا دیکھا

علامہ مجلسی حیات القلوب میں تحریر کرتے ہیں کہ چوں آدم نظر کرد بسوئے بالا، دید بر عرش نوشتہ است (حیات القلوب، ج ۲ ص ۹)

جب حضرت آدم علیہ السلام نے اوپر نگاہ اُٹھائی عرش پر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ لکھا نظر آیا۔

دلیل نمبر ٤

درحدیث دیگر از حضرت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منقول است کہ چوں حضرت آدم از درخت خورد، سر بسوئے آسمان بلند کرد وگفت، سوال می کنم از تو بحقِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ مرا رحم کنی۔ پس حق تعالیٰ وحی کرد بسوئے اُو کہ محمد کیست؟ آدم گفت خداوندا، چوں مرا آفریدی، نظر نمودم بسوئے عرش ودیدم کہ در آں نوشتہ بود لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ پس دانستم کہ بعد قدرش عظیم تر نیست ازاں کہ نامِ اورا بنامِ خود قرار دادہ ای۔ پس خدا وحی نمود با او کہ اے آدم کہ اُو آخرِ پیغمبراں است از ذریتِ تو۔ اگر اونمی بود، ترا خلق نمی کردم۔ (حیات القلوب، ج ۲ ص ۱۴۲)

ایک اور حدیث میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام نے درخت کا پھل کھایا تو سر کو آسمان کی طرف بلند کیا اور عرض کیا کہ اے پروردگار! محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے وسیلے سے تجھ سے رحم کا سوال ہے۔ پس حق تعالیٰ نے آدم کی طرف وحی فرمائی کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کون ہے؟ آدم نے عرض کی، اے اللہ! جب تو نے مجھ کو پیدا فرمایا تھا تو میں نے عرش کی طرف نظر کی تو وہاں پر لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ لکھا دیکھا۔ پس میں سمجھ گیا کہ ان سے کسی کا مرتبہ زیادہ نہیں جن کے نام کو تو نے اپنے نام کے ساتھ لکھا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ اے آدم! وہ تیری اولاد میں سے آخری پیغمبر ہیں اگر وہ نہ ہوتے تو میں تجھ کو بھی پیدا نہ کرتا۔

دلیل نمبر ٥

حضرت آدم علیہ السلام کی انگوٹھی پر بھی یہی کلمہ نقش تھا

یہی علامہ مجلسی اپنی ایک اور کتاب حلیۃ المتقین میں لکھتے ہیں کہ نقشِ نگین حضرت آدم علیہ السلام لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ بود۔ (حلیۃ المتقین، ص ۲۰) حضرت آدم علیہ السلام کی انگوٹھی کے نگینے میں یہ نقش تھا لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ ط

دلیل نمبر ٦

نارِ نمرود میں جبرئیل علیہ السلام نے حضرت ابراھیم علیہ السلام کو ایک انگوٹھی دی جس پر یہی کلمہ نقش تھا

مشہور شیعی تفسیر قمی میں ہے کہ فدفع الیہ خاتما علیه مکتوب لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ط (حضرت جبرئیل امین نے حضرت ابراھیم علیہ السلام کو نارِ نمرود میں) ایک انگوٹھی دی جس پر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ لکھا ہوا تھا۔ (تفسیر قمی، ج۲ ص۷۳)

نوٹ...... یہی روایت حیات القلوب، ج۱ ص۱۲۱ پر حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امام رضا سے بسند معتبر منقول ہے اور حلیۃ المتقین، ص۲۰ پر بھی یہ روایت دیکھی جا سکتی ہے۔

دلیل نمبر ۷

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے تذکرہ میں ہے کہ خضر علیہ السلام نے ایک گاؤں میں ایک دیوار کو دُرست کیا، جو گرنے والی تھی۔ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں نے اس دیوار کو اس لئے درست کیا ہے کہ اس دیوار کے نیچے دو یتیم بچوں کا خزانہ ہے جن کا باپ نیک تھا۔ اس بات کو خداوند قدوس بیان فرماتا ہے: و اما الجدار فکان لغلٰمین یتیمین فی المدینة و کان تحته کنزلهما و کان ابوهما صالحا o دیوار کے نیچے وہ کنز یعنی خزانہ کیا تھا؟ اس کے متعلق شیعی تفسیر قمی میں یوں موجود ہے: عن ابی عبد اللّٰه انه قال کان ذلك الکنز لوحا من ذهب فیه مکتوب بسم اللّٰه لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (تفسیر قمی، ج۲ ص۴۰) امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ وہ خزانہ سونے کی ایک تختی تھی جس پر لکھا ہوا تھا بسم اللّٰه لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

تفسیر قمی کے حوالے سے یہی روایت تفسیر صافی، ج۲ ص۱۲۵ اور تفسیر مجمع البیان، ج٦ ص۴۸۸ پر بھی موجود ہے۔

(تفسیر منہج الصادقین، ج۵ ص۳۷۴۔ رجال الکشی، ص۴۹۸)

دلیل نمبر ۸

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت کے وقت ملائکہ کو جو نورانی قندیلیں دیکر بھیجا تھا۔ ان میں بھی اہلسنّت والا کلمہ روشن تھا۔ شیعہ کی معروف کتاب حیات القلوب میں ہے کہ چوں نو ماہ گذشت، حق تعالیٰ با ملائکہ ہر آسمان وحی نمود کہ فرو روید بسوئے زمین دہ ہزار مَلک نازل شدند و بدست ہر ملک قندیل روشن از نور بود، روشنی می دادبے روغن و بر ہر قندیل نوشتہ بود لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ...... جب حمل کو نو ماہ گزر گئے، تو حق تعالیٰ نے ہر آسمان کے فرشتوں کی طرف وحی کی زمین کی طرف نیچے جاؤ۔ دس ہزار فرشتے نازل ہوئے ہر فرشتے کے ہاتھ میں نور کی ایک قندیل تھی جو بغیر تیل کے روشنی دے رہی تھیں اور ہر قندیل پر لکھا ہوا تھا لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ (حیات القلوب، ج۲ص۵۸)

دلیل نمبر ۹

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت کے فوراً بعد اللہ تعالیٰ نے جو جھنڈا کوہِ قاف پر نصب کرایا، اس پر بھی یہی کلمہ تحریر تھا۔ حیات القلوب میں ہے کہ حق تعالیٰ جبریل را امر فرمود کہ چار علم از بہشت بریں آورد و علم سبزہ را بر کوہ قاف نصب کرد و برآں علم بسفیدی دو سطر نوشتہ بود لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ...... اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ بہشت سے چار جھنڈے لائیں اور سبز جھنڈا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کوف قاف پر نصب کیا اور اس جھنڈے پر سفید رنگ کی دو سطروں میں لکھا ہوا تھا لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ (حیات القلوب، ج۲ص۵۹)

﴿دلیل نمبر ۱۰﴾

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ لوگوں کو سُنّیوں والا کلمہ پڑھائیں

حیات القلوب میں ہے کہ پس وحی نمود کہ اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! بر و بسوئے مردم و امر کن ایشاں را کہ بگویند لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه مُـحَـمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه ...... پس اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! لوگوں کی طرف جائیں اور انہیں لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه کہنے کا حکم دیجئے۔ (حیات القلوب، ج۲ص۳)

﴿دلیل نمبر ۱۱﴾

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت اُمّ المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ کو یہی کلمہ پڑھا کر مسلمان کیا۔ مجمع الفضائل مناقب ابن شہر آشوب میں ہے کہ پہلی وحی نازل ہونے کے بعد، جب آپ گھر کی طرف چلے تو ہر شئے آپ کو سجدہ کرتی تھی اور سلام کی آواز آتی تھی، جب گھر میں داخل ہوئے تو سب گھر منور ہوگیا۔ جناب خدیجہ نے پوچھا کہ یہ کیسا نور ہے، فرمایا کہ یہ نورِ نبوت ہے۔ کہو لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه، جناب خدیجہ نے یہ کہا اور اسلام لے آئیں۔ (مجمع الفضائل، ج۱ص۱۸)

حیات القلوب میں حضرت امام حسن عسکری کی روایت مذکور ہے کہ پس چوں ملائکہ بالا رفتند و آں حضرت از کوہِ حرا بزیر آمد، انوارِ جلال او را فرو گرفتہ بود، ہیچ کس را یارا نبود کہ بآں حضرت نظر کند و بر ہر درخت و گیاو سنگ کہ می گذشت آں جناب را سجدہ می کردند و بزبانِ فصیح می گفتند السلام عليك يا رسول الله، السلام عليك يا نبى الله۔ وچوں داخل خانہ خدیجہ شد، از شعاعِ خورشید جمالش خانہ منور شد۔ خدیجہ گفت، یا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! ایں چہ نور است کہ در تو مشاہدہ می کنم۔ فرمود کہ ایں نورِ پیغمبری است۔ بگو لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه، خدیجہ گفت، سالہا کہ من پیغمبری تُرا می دانم۔ پس شہادت گفت و بآں حضرت ایمان آورد ...... پس جب فرشتے اوپر چلے گئے اور آں حضرت کوہِ حرا سے نیچے تشریف لائے۔ انوار جلال آپ نے نمایاں ہو رہے تھے اور کسی شخص میں اتنی طاقت نہ تھی کہ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف نظر کرتا اور جس بھی گھاس درخت اور پتھر کے قریب سے گزرتے، وہ آپ کو سجدہ کرتا اور فصیح زبان سے عرض کرتا السلام عليك يا رسول الله، السلام عليك يا نبى الله اور جب آپ حضرت خدیجہ کے گھر میں داخل ہوئے، تو آپ کے رخِ منور کی شعاعوں سے گھر روشن ہوگیا۔ حضرت خدیجہ نے عرض کی کہ اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! میں آپ میں یہ کیسا نور مشاہدہ کر رہی ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ نورِ نبوت ہے۔ کہو لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه، تب حضرت خدیجہ نے کہا میں کئی سالوں سے آپ کی نبوت کو جانتی ہیں۔ پس انہوں نے کلمہ پڑھا اور ایمان لے آئیں۔ (حیات القلوب، ج۲ص۲۶۰)

﴿دلیل نمبر ۱۲﴾

جب آیتِ مبارکہ وانذر عشيرتك الاقربين ط نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے خاندان والوں کو جمع کیا اور فرمایا کہ میں تمہیں دو ایسے کلموں کی طرف بلاتا ہوں، جو زبان پر بہت آسان ہیں، لیکن میزان میں بہت بھاری ہیں۔ ان دونوں کلموں کی بدولت تم عرب و عجم کے بادشاہ بن جاؤ گے۔ اقوام تمہاری مطیع ہو جائیں گی اور انہی دونوں کی بدولت تم جنت میں داخل ہوگے اور جہنم سے نجات پاؤ گے۔ ان میں سے ایک کلمہ اس بات کی شہادت دینا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور دوسرا، اس بات کی گواہی دینا کہ یقیناً میں اللہ کا رسول ہوں۔ (شهادة ان لا اله الا الله و انى رسول الله)

(الارشاد للشيخ مفيد، ص۲۹)

دلیل نمبر ۱۳

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اہل عرب کو بھی اسی کلمہ کی تبلیغ فرمائی۔ پس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور پتھر پر جلوہ افروز ہو کر فرمایا، اے گروہ قریش! اے گروہِ عرب! ادعوکم الیٰ شهادة ان لا اله الا الله و انی رسول الله۔

میں تم کو اس بات کی گواہی دینے کی دعوت دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور بے شک میں اللہ کا رسول ہیں اور میں تم کو شرک اور بتوں کے چھوڑنے کا حکم دیتا ہوں۔ پس تم میری بات کو مانو۔ اس سے تم عرب کے مالک بن جاؤ گے۔ عجم تمہارا فرمانبردار ہوگا اور تم جنت میں بادشاہت کرو گے۔ (تفسیر قمی، ج ا ص ۳۷۹۔ تفسیر صافی، ج ا ص ۹۱۵۔ حیات القلوب، ج ۲ ص ۲۶۳)

دلیل نمبر ۱٤

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہی کلمہ پڑھا کر مسلمان کیا۔

مجمع الفضائل میں ہے کہ حضرت ابوذر سے مروی ہے کہ میں بطنِ مُرّا میں اپنی بکریاں چرا رہا تھا کہ ایک بھیڑیا آیا اور بکری لے گیا میں نے شور و غل مچایا اور بکری چھین لی۔ اس نے کہا، تو خدا سے نہیں ڈرتا کہ میرے اور میرے رزق کے درمیان حائل ہوگیا۔ میں نے کہا، اس سے زیادہ عجیب بات نہیں؟ اس نے کہا، اس سے عجیب بات یہ ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نخلات میں لوگوں کو ماضی اور مستقبل کے درمیان بتا رہے ہیں اور تم اپنی بکری کا پیچھا کرتے ہو۔ میں نے کہا، میرا قائم مقام کون ہے؟ کہ میری جگہ بکری چرائے اور میں وہاں جاؤں اور حضرت پہ ایمان لاؤں۔ بھیڑیئے نے کہا، میں حفاظت کروں گا۔

پس میں مکہ آیا۔ میں نے دیکھا آنحضرت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) لوگوں کے حلقہ میں ہیں اور وہ آپ کو برا بھلا کہہ رہے ہیں۔ ناگاہ ابوطالب آگئے۔ ان کو دیکھ کر لوگوں نے کہا، چپ رہو، اس کا چچا آگیا۔ میں ابوطالب کے پاس گیا۔ مجھ سے انہوں نے پوچھا، تم کیسے آئے۔ میں نے کہا، میں ان نبی سے ملنا چاہتا ہوں، جو تم میں مبعوث ہوئے ہیں۔ پوچھا کس لئے؟ میں نے کہا، ان پر ایمان لاؤں گا اور ان کی تصدیق کروں گا، ان کے حکم کی اطاعت کروں گا۔ پس علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مجھے اس گھر میں لے گئے جہاں رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تھے۔ حضرت نے فرمایا تم کیسے آئے؟ میں نے کا، آپ پر ایمان لانے اور تصدیق کرنے کیلئے، فرمایا کہو اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمد رسول الله، میں نے یہ کلمات زبان پر جاری کئے۔ حضرت نے فرمایا اب تم اپنے شہر کو جاؤ۔ (مناقب شہر آشوب، مجمع الفضائل، ج ا ص ۳۸۰، روضۂ کافی، ج ۸ ص ۲۹۸)

یہی روایت کچھ تفصیل کے ساتھ حیات القلوب میں بایں طور مندرج ہے:۔ کلینی بسند معتبر از حضرت امام جعفر صادق روایت کردہ است ...... کلینی نے معتبر سند کے ساتھ حضرت امام جعفر صادق سے روایت کی ہے۔ (حیات القلوب، ج ۲ ص ۶۵۷)

دلیل نمبر ۱۵

براق کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہوا ہے لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔ (حیات القلوب، ج۲ ص۱۳۳)

دلیل نمبر ۱۶

پس اسرافیل نے ایک مہر باہر نکالی جس میں دو سطروں میں لکھا ہوا تھا لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ پس اس مہر کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دو کندھوں کے درمیان لگایا یہاں تک کہ نقش ہوگئی اور دوسری روایت میں ہے کہ وہ مہر آپ کے دل میں لگائی یہاں تک کہ وہ پُر نور ہوگیا۔ (حیات القلوب، ج۲ ص۷۴)

دلیل نمبر ۱۷

مدینہ منورہ میں پہنچ کر بھی جو پہلا خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا، اس میں بھی یہی کلمہ تھا۔ بہر حال پہلا جمعہ جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو پڑھایا، پس جیسا کہ روایت ہے کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہجرت فرما کر قباء میں عمرو بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں تشریف فرما ہوئے تو وہ پیر کا دن تھا، چاشت دوپہر کا وقت تھا اور ماہِ ربیع الاوّل کی بارہ تاریخ تھی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبا میں پیر، منگل، بدھ اور جمعرات تک قیام فرمایا اور وہاں مسجد تعمیر فرمائی۔ پھر اہل قباء سے مدینہ منورہ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعہ کے دن چلے۔ راستہ میں بنی سالم بن عوف کی وادی میں ہی جمعہ کا وقت ہوگیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس روز اسی جگہ کو مسجد قرار دیا اور اسلام میں یہ پہلا جمعہ تھا جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پڑھایا۔ پس آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور یہی مدینہ منورہ کا پہلا خطبہ تھا۔ آپ نے فرمایا، الحمد للّٰہ .... و اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ و اشھد ان محمّداً عبدہ و رسولہ۔ (تفسیر مجمع البیان، ج۱۰ ص۲۸۶)

دلیل نمبر ۱۸

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے صرف ایک انگوٹھی چھوڑی جس پر لکھا ہوا تھا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔

(تفسیر قمی، ج ۲ ص ۲۷۱)

دلیل نمبر ۱۹

اسی طرح حلیۃ المتقین میں بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی انگوٹھی پہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ نقش تھا۔

(حلیۃ المتقین، ص ۲۰)

دلیل نمبر ۲۰

روزِ قیامت لواء الحمد پر بھی یہی کلمہ لکھا ہوگا۔ لواء الحمد پر تین سطریں لکھی ہوں گی۔ پہلی سطر بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ دوسری سطر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اور تیسری سطر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔

(امالی شیخ صدوق، ص ۳۲۴)

ان مندرجہ بالا حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ اصلی کلمۂ اسلام سُنّیوں والا ہی کلمہ ہے۔

شیعوں کے من گھڑت کلمہ خَلِیْفَتُہٗ بِلَا فَصْل کا کہیں اتا پتا نہیں ہے۔

☆ .... ☆

مسئلہ خِلافتِ بلا فصل و خُلفاءِ ثلاثہ

اہلسنّت وجماعت کا ایمان ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ برحق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ان کے بعد عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ چاروں خلفاء برحق ہیں۔ جبکہ شیعہ حضرات کے نزدیک سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد خلیفۂ بلا **فصل** و برحق حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور خلفاء ثلاثہ (معاذ اللہ) منافق فاسق غاصب اور اہل بیت کے جانی دشمن تھے۔

اِن شاءَ اللہ العزیز ہم دلائل کے ساتھ ذکر کر کے ثابت کریں گے کہ خلفاء اربعہ کی خلافت برحق تھی اور چاروں خلفاء پکے اور سچے مومن و مسلمان تھے۔ ان چاروں سے اللہ تعالیٰ، راضی اس کا محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم راضی اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اولاد راضی تھی۔

﴾دلیل نمبر ۱﴿

وعد اللّٰہ الذین اٰمنوا منکم و عملوا الصلحٰت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم و لیمکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم و لیبدلنھم من بعد خوفھم امنا ط یعبدوننی ولا یشرکون بی شیاء ط و من کفر بعد ذٰلك فاولٰئك ھم الفٰسقون ط (پ۱۸،سورۂ نور:۵۵)

اللہ نے وعدہ دیا ان کو جو تم میں سے ایمان لائے اور اچھے کام کئے کہ ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا جیسے ان سے پہلوں کو دی اور ضرور ان کیلئے جماؤ دے گا۔ ان کا وہ دین جو ان کیلئے پسند فرمایا ہے اور ضرور ان کے اگلے خوف کو امن سے بدلے گا۔ میری عبادت کریں، میرا شریک کسی کو نہ ٹھرائیں اور جو اس کے بعد ناشکری کریں تو وہی لوگ بے حکم ہیں۔

(اہل شیعہ کی مشہور ترین تفسیر مجمع البیان میں اس آیت کا شانِ نزول یہ بیان کیا گیا)

شانِ نزول ...... صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جب مدینہ منورہ میں آئے تو راتوں کو ہتھیار باندھ کر سویا کرتے تھے۔ صبح بھی ہتھیار باندھے ہوتے۔ آخر کار یہ کہنے لگے کہ کیا ہم پر وہ وقت بھی آئے گا کہ ہم بے خوف ہوکر مطمئن زندگی گزاریں گے۔ تو یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور ان کو تسلی دی گئی کہ ایک وقت آئے گا کہ تم ہی حاکمِ وقت بنو گے۔ (تفسیر مجمع البیان، ج ۷ ص ۱۵۲)

(یہاں چند باتیں قابلِ غور ہیں)

(۱) وعدہ کس نے کیا؟ (۲) وعدہ کن لوگوں سے ہوا؟ (۳) اور وعدہ کس چیز کا ہوا؟

۱ ...... وعدہ کس نے کیا ...... وعدہ کرنے والی ذات اللہ تبارک وتعالیٰ کی ہے، جس کا وعدہ کبھی غلط نہیں ہوتا کیونکہ

ان وعد اللّٰہ حق و من اصدق من اللّٰہ قیلاہ و من اصدق من اللّٰہ حدیثا ط

۲ ...... وعدہ کن لوگوں سے ہوا ...... اس آیت میں خدا نے ان مسلمانوں سے وعدہ کیا جو نزول کے وقت زمین پر موجود تھے، مخاطب ہوکر فرمایا کہ تم میں سے جو لوگ ہمارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لاچکے اور عمل صالح کر چکے، ان سے ہمارا وعدہ ہے۔ اس آیت میں اَلَّذِیْنَ اور اٰمَنُوْا جمع کے صیغے ہیں، جو کم از کم تین افراد پر دلالت کرتے ہیں اور لفظ مِنْکُمْ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وعدہ موجود لوگوں میں سے ایک جماعت کے ساتھ تھا۔

۳ ...... وعدہ کس چیز کا ہوا ...... وعدہ تین چیزوں کا ہوا:۔

لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کہ میں ان کو ضرور زمین میں خلیفہ بناؤں گا۔

وَ الْمَعْنٰی لَیُوَرِّثَنَّھُمْ اَرْضَ الْکُفَّارِ مِنَ الْعَرَبِ وَ الْعَجَمِ فَیَجْعَلُھُمْ سُکَّانَھَا وَ مُلُوْکَھَا ط معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ضرور بالضرور ان کو عرب وعجم کے کافروں کا وارث بنائیگا پس انکو وہاں کا بادشاہ اور باشی باشندہ بنائیگا۔ (مجمع البیان از طبری)

(شیعہ حضرات کی ایک اور معتبر تفسیر منہج الصادقین میں ہے)

وعد اللہ الذین اٰمنوا وعدہ داد خدا آنہارا کہ گردیدہ اند (منکم) از شمار (وعملو الصلحت) وکردند کارہائے شائستہ کہ (لیستخلفنھم) ہر آئینہ البتہ خلیفہ کرد ایشاں را۔ ایں جواب قسم مضمر است۔ تقدیر او وعدھم اللّٰہ و اقسم لیستخلفنھم ویا جوابِ وعدہ است کہ در تحقق نازل منزلہ قسم است وبر ہر تقدیر حق تعالٰی وعدہ دادہ قسم باو فرمودہ کہ مومناں را خلیفہ کردہ اند (فی الارض) در زمین کفار از عرب وعجم۔ ونزد بعض مراد زمین مکہ است (کما استخلف الذین) ہمچناں کہ خلیفہ کردانید شدند وحفص (استخلف) بفعل معلوم خواند یعنی ہمچناں کہ خلیفہ کردانید خدا آنہارا کہ بودند (من قبلھم) پیش از ایشاں یعنی بنی اسرائیل کہ زمین مصر وشام بدیشاں داد بعد از ہلاک جبابرہ تا تصرف کردند در آن چنانکہ تصرف ملوک در ممالکِ خود ودر اندک فرصت حق تعالٰی بوعدہ مومناں وفا نمود جزائر عرب ودیار کسرٰی وبلادِ روم برایشاں ارزانی داشت۔

(تفسیر منہج الصادقین، ج ۶ ص ۳۳۵)

وعدہ دیا اللہ نے ان کو جو تم میں سے ایمان لائے اور اچھے کام کئے کہ البتہ ضرور بالضرور خلیفہ بنائے گا۔ یہ قسم مضمر کا جواب ہے۔ اس کی تقدیر یہ ہے کہ اللہ نے ان سے وعدہ کیا اور بقسم کہا کہ البتہ ضرور بالضرور خلیفہ بنائے گا ان کو، یا وعدہ کا جواب ہے، جو کہ حقیقت میں قسم کے قائم مقام ہے اور ہر تقدیر اللہ نے وعدہ فرمایا ہے اور قسمیہ طور پر ارشاد فرمایا کہ مومنوں کو عرب وعجم کے کافروں کی زمین میں خلیفہ بناؤں گا اور بعض کے نزدیک مکہ کی زمین مراد ہے (کما استخلف الذین) اور حفص نے اس کو فعل معروف کے ساتھ پڑھا ہے یعنی جیسے خلیفہ بنایا ان کے پہلوں کو یعنی بنی اسرائیل کو کہ مصر وشام کی زمین جبابرہ کے ہلاک کرنے کے بعد دے دی یہاں تک انہوں نے اس میں تصرف کیا جیسے کہ بادشاہ اپنے ملکوں میں تصرف کرتے ہیں۔ تھوڑی مدت میں خدا تعالٰی نے مومنوں کے ساتھ وعدہ کو پورا کرتے ہوئے عرب کے جزیرے، کسرٰی کے محلات اور روم کے شہر ان کے قبضے میں دے دیئے۔

(اس عبارت کے نیچے جو حاشیہ ہے، وہ بھی ملاحظہ ہو)

ایں خبر غیب از معجزات قرآن است وآیاتِ دیگر وروایاتِ بسیار درایں معنی واردشدہ است وآں گاہ کہ ایں خبرداد غیر شہرمدینہ ونواحی آں جائے درتصرفِ مسلماناں نبودہ۔ وآں شہر بسیار خورد بود واہالی آں فقیر و بسیار اندک کہ ازشش ہزار ازلشکرِ احزاب فرد ماندہ وخندق کندند ومحصور نشستند تاباو دشمنان آنہار امتفرق کرد ودرآں حال خداوند نوید فتح جہاں داد۔ (تفسیر منہج الصادقین، ج۶ ص۳۳۵)

یہ غیب کی خبر قرآن کا معجزہ ہے۔ دوسری آیتیں اور کئی روایتیں اسی مضمون کی آئی ہیں جس وقت قرآن نے یہ خبر دی مسلمانوں کے قبضے میں شہر مدینہ اور اس کے گردونواح کے بغیر کوئی جگہ نہ تھی اور شہر بہت چھوٹا تھا اور وہاں کے رہنے والے فقیر اور تعداد میں کم تھے۔ چھ ہزار لشکر کے گروہ سے عاجز آ گئے۔ خندق کھودی اور محصور ہو کر بیٹھ گے۔ یہاں تک کہ ہَوا نے ان کے دشمنوں کو بکھیر دیا اور اسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے جہان کی فتح کی خوشخبری دی۔

یہ بات ذِہن میں رہے کہ خود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایران اور روم کی فتح کے بارے میں یہاں تک فرمایا کہ خدا نے میرے ہاتھ پر روم فتح کیا، میرے ہاتھ پر ایران فتح کیا۔ ظاہر بات یہ ہے کہ روم اور ایران نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ میں فتح ہوئے۔ گویا کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ اور ان کی فتح کو اپنی فتح قرار دیا تھا۔

(حیات القلوب، ج۲ ص۳۹۵، مطبوعہ ایران)

یہی روایت کافی کتاب الروضہ کے اندر بھی موجود ہے۔ حضرت سیّدنا امام جعفر صادق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

فضرب بها ضربة فتفرقت بثلاث فرق فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم

لقد فتح اللّٰه علی فی ضربتی هذهٖ کنوز کسریٰ و قیصر ط (کتاب الروضہ، ج۲ ص۲۱۶)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (غزوۂ خندق میں) ایک کدال ماری جس سے پتھر تین ٹکڑے ہوگیا

اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھوں پر میری اس ضرب میں قیصر و کسریٰ کے خزانے فتح کر دیئے۔

سوال ...... آپ نے پورا حوالہ کیوں نقل نہیں کیا؟ کیا اس لئے کہ بعد والے الفاظ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی منافقت ظاہر کررہے ہیں؟ (العیاذ باللہ) اگلے الفاظ یہ ہیں:

فقال احدهما لصاحبه يعدنا بكنوز كسرىٰ وقيصر وما يقدر احدنا ان يخرج يتخلى

(جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بشارت دی تو) ان دونوں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا کہ یہ ہم سے قیصر و کسریٰ کے خزانوں کا وعدہ کرتے ہیں اور ہمارا حال یہ ہے کہ ہم اکیلئے رفع حاجت کیلئے بھی نہیں جاسکتے۔

(کافی، کتاب الروضہ، ج ۲ ص ۲۱۶، مطبوعہ ایران)

حیات القلوب، ج ۲ ص ۳۹۵ میں یہ بھی روایت موجود ہے اور اس میں یہ صراحت موجود ہے کہ یہ بات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کی تھی۔

جواب نمبر ۱ ...... کتاب الروضہ ہو یا حیات القلوب ہو، یہ اہلسنت کے مسلمات میں سے نہیں ہیں۔ اسلئے ان کتابوں کی کوئی بات ہمارے خلاف پیش نہیں کی جاسکتی۔ چونکہ یہ شیعہ کے مسلمات میں سے ہیں۔ اس لئے ان کتابوں کے مندرجات ان کے سامنے بطور دلیل پیش کئے جاسکتے ہیں۔

جواب نمبر ۲ ...... سوال میں درج کئے گئے الفاظ من گھڑت ہیں۔

جواب نمبر ۳ ...... علیٰ وجه التسليم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے استہزاءً نہیں فرمایا تھا بلکہ اسی بات کو نبوت کی دلیل قرار دیا تھا جس کو شیعہ مصنفین نے چابک دستی سے استہزاء کا رنگ دے گیا۔

جواب نمبر ٤......امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی اس آیت کی تفسیر پوچھ لیتے ہیں کہ وہ اس آیت میں کیے گئے وعدہ کا حقدار کس کو سمجھتے ہیں؟ **نَـهْـجُ الْـبَـلَاغَـة** میں ہے (شیعہ کے نزدیک قرآن کے بعد سب سے معتبر کتاب یہی ہے) کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگِ فارس میں شریک ہونے کیلیے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مشورہ لیا تو آپ نے فرمایا:

ان هـذا الامرلم يكن نصره وخذلانه بكـثـرة و لا بقلة و هو دين الله الذى اظهره و جنده الذى اعده و امـده حتى بلغ ما بلغ و طلع حيث ما طلع و نحن علىٰ موعود من الله و الله منجز وعده و ناصر جـنـده و مـكـان الـقـيـم بالامر مكان النظام مكان الـقـيـم مكان النظام من الخرز يجمعه و يضمه فاذا (فان) انقطع النظام تفرق الخرز و ذهب ثم لم يجتمع بحذا فيرهٖ ابدا و العرب اليوم و ان كانوا قـلـيلا فهم كـثـيرون بالاسلام عـزيـزون بالاجتماع فكن قطبا واستدر الرحاء بالارض وبالعرب

(نہج البلاغہ خطبہ ۱۴۴ بمعہ ترجمہ ص ۳۶۳)

اس امر میں کامیابی وناکامی کا دارومدار فوج کی کمی وبیشی پر نہیں رہا ہے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا دین ہے، جسے اس نے سب دینوں پر غالب رکھا ہے اور اسی کا لشکر ہے، جسے اس نے تیار کیا ہے اور اس کی ایسی نصرت کی ہے کہ وہ بڑھ کر اپنی موجودہ حد تک پہنچ گیا اور پھیل کر اپنے وعدہ کو پورا کرے گا اور اپنے لشکر کی خود ہی مدد کرے گا۔ امورِ سلطنت میں حاکم کی حیثیت وہ ہوتی ہے جو مہروں میں ڈوری کی، جو انہیں سمیٹ کر رکھتا ہے۔ جب ڈوری ٹوٹ جائے تو سب مہر ٹوٹ جائینگے اور بکھر جائینگے اور کبھی سمٹ نہ سکیں گے۔ آج عرب والے اگرچہ گنتی میں کم ہیں مگر اسلام کی وجہ سے غلبہ و فتح پانے والے۔ تم اپنی جگہ کھونٹی کی طرح جمے رہو اور عرب کا نظم برقرار رکھو۔ (ترجمہ از مفتی جعفر حسین، ص ۳۲۴، مطبوعہ امامیہ کتب خانہ لاہور)

امیر المومنین حضرت سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ کا ارشادِ گرامی ہے:

من لم یقل انی رابع الخلیفة فعلیه لعنة الله

جو مجھے چوتھا خلیفہ نہ مانے اس پر اللہ کی لعنت ہو۔

(مجمع الفضائل ترجمہ مناقب شہر آشوب، ص ۲۷۶ (شمیم بک ڈپو، ناظم آباد، کراچی))

سوال ......

☆ پہلے خلیفہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے: انی جاعل فی الارض خلیفة ط

☆ دوسرے خلیفہ حضرت ہارون علیہ السلام ہیں۔ قرآن پاک میں ہے: قال موسیٰ لاخیه هٰرون اخلفنی فی قومی

☆ اور تیسرے خلیفہ حضرت داؤد علیہ السلام ہیں: انا جعلنك خلیفة فی الارض ط

☆ اور چوتھے خلیفہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ اسی اعتبار سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمان بالکل صحیح ہے۔

جواب ...... گفتگو تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلفاء میں ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کے خلفاء میں۔ حضرت آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں۔ حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ ہیں اور حضرت داؤد علیہ السلام بھی اللہ کے خلیفہ ہیں اور سیّدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ قرار پائیں گے اور نہ ہی محمد رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اس لئے لامحالہ ارشادِ مرتضوی کا یہی مفہوم متعین ہوگا کہ جو شخص مجھے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چوتھا خلیفہ نہ کہے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت۔

شیعہ حضرات کو سوچنا چاہئے کہ وہ خَلِیْفَتُه' بِلاَ فَصْل کا نعرہ لگا کر اس لعنت کی زد میں تو نہیں آ رہے ہیں؟ اگر تم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ بلافصل مانتے ہو تو اس دعویٰ پر ایک ہی صحیح نص پیش کرو، جس میں یہ بالکل ظاہر ہو کہ اس نص (قرآن وحدیث) کی عبارت سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خلیفہ بلافصل ہونا ظاہر ہورہا ہے۔

اعتراض 1......قرآن حکیم میں اکثر مقامات پر جمع کا صیغہ بول کر ذاتِ واحد مراد لی گئی ہے جب کہ عزت وتکریم کا مسئلہ ہو۔ مثلاً

انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحفظون o

بے شک ہم نے ذکر کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

یہاں پر اِنَّا ☆ نَحْنُ ☆ نَزَّلْنَا ☆ حٰفِظُوْنَ چاروں جمع کے صیغے ہیں لیکن یہاں ذاتِ واحد مراد ہے۔ جمع مراد لینا شرک ہے۔

اسی طرح یایها الرسل کلوا من الطیبات اے پیارے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! طیبات میں سے کھاؤ۔ الرُّسُل جمع کا صیغہ لیکن مراد ذات واحد جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔ اسی طرح اگرچہ لفظ بَنَات جمع ہے لیکن اس سے مراد فردِ واحد یعنی سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہے۔ زیادہ بیٹیاں مراد لینا گناہ ہے۔ اس سے سیّدہ کی توہین ہوتی ہے۔

جواب...... جہاں بھی قرآنِ حکیم میں لفظ جمع آیا ہے، اس سے فرد واحد مراد ہرگز نہیں لے سکتے، جب تک کہ قرینہ موجود نہ ہو۔ مندرجہ بالا دونوں آیات میں قرینہ موجود ہے پہلی آیت میں قل هو الله احد o انما الهکم اله واحد o قرینہ موجود ہے اور دوسری آیت میں الرُّسُل سے ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مراد لینے پر آیت ختمِ نبوت قرینہ موجود ہے لیکن بَنَاتِكَ میں ایک بیٹی مراد لینے پر کون سا قرینہ موجود ہے؟

مسئلہ بناتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے چار صاحبزادیاں عطا فرمائیں۔ زینب، رُقیہ، اُمِ کلثوم اور حضرت بی بی فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہن اجمعین) لیکن شیعہ حضرات صرف ایک سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی تسلیم کرتے ہیں۔ باقیوں کو حضور کی سگی اولاد صرف اس لئے نہیں مانتے کہ کہیں حضرت سیّدنا عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دامادی کا شرف ثابت نہ ہو جائے۔ اس مسئلہ کو ہم دو بابوں میں بیان کریں گے۔ باب اوّل میں اپنے دلائل اور باب دوئم میں شیعہ سوالات کے جوابات دیئے جائیں گے۔

وَمَا تَوْفِيْقِىْ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِىِّ الْعَظِيْمِ

دلیل نمبر ۱﴾

خداوندِ قدوس قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

یایھا النبی قل لازواجك وبناتك و نسآء المؤمنین ط (پ۲۲، سورۂ احزاب:۵۹)

ترجمہ ۱﴾ اے حبیب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! تم اپنی ازواج سے اور اپنی بیٹیوں سے اور اہل ایمان کی عورتوں سے یہ کہہ دو۔ (ترجمہ مقبول)

ترجمہ ۲﴾ اے نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! اپنی بیویوں اور اپنی لڑکیوں اور مومنوں کی عورتوں سے کہہ دو۔ (ترجمہ فرمان علی شیعہ)

ترجمہ ۳﴾ یا ایھا النبی اے پیغمبر برگزیدہ قل لازواجك بگو مرزنانِ خودرا و بناتك وَمردخترانِ خودرا و نسآء المؤمنین وزنان مومنان را۔ (تفسیر منہج الصادقین، ج ۷ ص ۳۶۸)

اس آیتِ کریمہ میں لفظ بَنَات جمع ہے۔ اس کا واحد بِنْت ہے اور یہ کاف ضمیر خطاب کی طرف مضاف ہے۔ جس کا صاف اور صریح یہ مطلب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیٹیاں بہر حال دو سے زائد ہیں کیونکہ عربی لغت میں جمع کا اطلاق دو سے زائد پر ہوتا ہے اور یہ بات کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیٹی صرف ایک نہیں، مندرجہ بالا تینوں معتبر شیعی ترجموں سے بھی ظاہر ہے۔

اعتراض 2...... یہ توضیح ہے کہ بَنَات سے مراد بیٹیاں ہی ہیں لیکن سگی نہیں کیونکہ بعض اوقات سوتیلیوں اور قوم کی عورتوں کو بھی بنات کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے، هٰؤلاء بناتی هن اطهرلکم یہ میری بیٹیاں ہیں، جو تمہارے لئے زیادہ پاکیزہ ہیں۔ یہاں بھی لفظ بنات جمع ہے اور (ی) ضمیر متصل کی طرف مضاف ہے، لیکن مفسرین کی تصریح کے مطابق حضرت لوط علیہ السلام کی بیٹیاں صرف دو تھیں، لیکن نبی چونکہ اپنی قوم کا باپ ہوتا ہے، اس لئے قوم کی بیٹیوں کو اپنی بیٹیاں کہہ دیا۔ تو جیسے بَنَاتِی میں سگی بیٹیاں مراد نہیں، اسی طرح بَنَاتِكَ میں بھی سگی بیٹیاں مراد نہیں ہیں۔

الجواب بعونِ الوهاب...... هٰؤلاء بناتی هن اطهرلکم میں سگی بیٹیوں کے مراد نہ لینے پر زبردست قرینہ عقلی موجود ہے اور وہ یہ کہ حضرت لوط علیہ السلام کی بیٹیاں تو دو تھیں، لیکن قوم کے بے شمار افراد حضرت لوط علیہ السلام کے روبرو تھے۔ اک بیٹی کا نکاح چونکہ صرف ایک مرد سے ہوتا ہے اور دو نکاح دو سے، زیادہ نکاح تو ممکن ہی نہیں تھا اسلئے لامحالہ ماننا پڑیگا کہ حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کے افراد سے کہا کہ تمہارے گھروں میں جو تمہاری بیویاں ہیں وہ ایک طرح میری بیٹیاں ہی ہیں اور وہ أطهرلکم بھی۔ اسلئے فلا تخزون فی ضیفی مجھے اپنے مہمانوں کے سامنے رُسوا نہ کرو۔ لیکن بَنَاتِكَ میں سگی بیٹیاں دو سے زائد نہ لینے پر کونسا قرینہ عقلی موجود ہے۔ جبکہ بَنَاتِكَ کے بعد نِسآء المؤمنین سے مراد قوم کی بیٹیاں ہی ہیں۔ نِسآء المؤمنین اس بات کا قرینہ ہے کہ بَنَاتِكَ سے مراد حقیقی بیٹیاں ہیں اور بَنَاتِكَ میں حقیقی بیٹیاں مراد لینے پر مندرجہ ذیل دلائل موجود ہیں۔

دلیل نمبر ۱﴾ فروع کافی میں ہے کہ

عن ابی عبد اللہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابا بنات

حضرت امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کئی بیٹیوں کے باپ تھے۔ (فروع کافی، ج۴ص۵، کتاب العقیقہ)

مَنۡ لَا یَحۡضُرُہٗ الۡفَقِیۡہُ ج۳ص۱۱۰ میں یہی روایت اس طرح مذکور ہے:

کان ابا بنات آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کئی بیٹیوں کے باپ تھے۔

دلیل نمبر ۲﴾

عن الجارود بن منذر قال قال لی ابو عبد اللہ بلغنی انہ ولدلک ابنۃ فتسخطھا وما علیک منھا ریحانۃ تشمھا فقد کفیت رزقھا و قد کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابا بنات

جارود بن منذر سے روایت ہے کہ وہ کہتا ہے کہ مجھے حضرت امام جعفر صادق نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا کہ تیرے ہاں بیٹی پیدا ہوئی ہے اور تو اس سے خوش نہیں ہے حالانکہ وہ تجھ پر بوجھ نہیں وہ ایک پھول ہے جس کو تو سونگھے گا اور تجھے اس کا رزق کفایت کیا گیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیٹیوں کے باپ تھے۔ (فروع کافی، ج۶ص۶، کتاب العقیقہ باب فضل البنات)

یہ دونوں روایتیں اس بات کی شاہد عادل ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک بیٹی نہ تھی بلکہ کئی تھیں۔

دلیل نمبر ۳﴾

حماد بن عیسیٰ کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق سے سنا، آپ فرما رہے تھے کہ میرے باپ حضرت امام محمد باقر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی تمام بیٹیوں اور اپنی کسی بھی زوجہ کا نکاح بارہ اوقیہ اور نش سے زائد پر نہیں کیا (ایک اوقیہ چالیس دِرہم کا ہوتا ہے اور ایک نش بیس دِرہم کا۔) (فروع کافی، ج۵ص۳۷۶، کتاب النکاح باب السنۃ فی المھور)

اس روایت میں امام محمد باقر کا سَائِرِ بَنَاتِہٖ (اپنی تمام بیٹیوں) کہنا اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک بھی نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی شہزادیاں کئی تھیں صرف ایک نہ تھی۔

دلیل نمبر ۴﴾

یزید بن خلیفہ کہتا ہے کہ میں حضرت امام جعفر صادق کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ قُم کے ایک آدمی نے (جس کا نام عیسیٰ بن عبد اللہ تھا) مسئلہ پوچھا کہ عورتیں جنازہ کی نماز پڑھ سکتی ہیں، تو امام جعفر صادق نے فرمایا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مغیرہ بن عاص کے خون ضائع ہونے کی بات کر رہے تھے اور ایک طویل حدیث امام نے بیان کی اور بے شک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیٹی

سیّدہ زینب کا انتقال ہوا تو (سیّدہ) فاطمہ نے عورتوں کیساتھ چل کر جنازہ پڑھا۔ (الاستبصار، ج ۱ ص ۴۸۵، باب الصلوٰۃ علیٰ جنازہ معہا امرأۃ)

یہ روایت بھی صاف طور پر واضح کر رہی ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک اور بھی بہن تھی جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیٹی تھی اور ان کا نام زینب تھا۔ یہی روایت تہذیب الاحکام، ج ۳ ص ۳۳۳ پر بھی موجود ہے۔

دلیل نمبر ۵

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جو اولاد اعلانِ نبوت سے پہلے پیدا ہوئی، وہ ہے: قاسم، رقیہ، زینب، اُم کلثوم، اور جو اولاد حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے اعلانِ نبوت کے بعد پیدا ہوئی، وہ ہے: طیب و طاہر اور فاطمہ۔ اور یہ بھی مروی ہے کہ اعلانِ نبوت کے بعد صرف حضرت فاطمہ کی ولادت ہوئی، جب کہ طیب و طاہر کی ولادت اعلانِ نبوت سے پہلے ہی ہو چکی تھی۔ (اصول کافی، ج ۱ ص ۴۳۹، کتاب الحجۃ)

یاد رہے کہ اصول کافی وہ کتاب ہے جس کے متعلق بعض شیعہ علماء کا یہ عقیدہ ہے کہ

انه عرض علی القائم صلوات الله علیه فاستحسنه و قال، هٰذا کاف لشیعتنا

یہ کتاب امام مہدی کے سامنے پیش کی گئی تو آپ نے اس کی تعریف کی، اور کہا یہ ہمارے شیعوں کو کافی ہے۔

(اصول کافی، ج ۱ ص ۲۵، شافی شرح کافی، ج ۱۷)

گویا کہ شیعوں کے بارھویں امام نے بھی اس بات کی تصدیق کی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی، حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے چار صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ یہ بھی یاد ہے کہ اصول کافی شیعوں کے بڑے مجتہد یعقوب کلینی کی کتاب ہے اور اس نے اپنی کتاب میں وہی باتیں درج کی ہیں جن پر اُسے خود بھی پورا یقین تھا۔ تفسیر صافی میں ہے کہ

انه ذکر فی اوّل الکتٰب انه یثق بما رواه فیه (تفسیر صافی، ج ۱ ص ۳۴)

کلینی نے اپنی کتاب کی ابتداء میں ذکر کیا ہے کہ اس نے اس کتاب میں صرف وہی چیزیں ذکر کی ہیں جن پر اسے پورا وثوق ہے۔

دلیل نمبر ۶

صاحب قرب الاسناد کہتا ہے کہ مجھے مصعدہ بن صدقہ نے بتایا کہ وہ کہتا ہے مجھے امام جعفر صادق نے اپنے باپ محمد باقر سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے مندرجہ ذیل اولاد پیدا ہوئی:

قاسم، طاہر، اُمّ کلثوم، فاطمہ، رقیہ اور زینب۔ (قرب الاسناد، ص ۶)

اعتراض 3...... مشہور شیعی مناظر مولوی اسماعیل گوجروی نے اس روایت پر اپنی کتاب فتوحات شیعہ، ص ۳۱ پر ایک عجیب فکر آمیز اعتراض کیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

حضور! یہ روایت سُنّیوں کی ہے۔ شیعوں کی نہیں۔ ضعیف ہے صحیح نہیں۔

روی الحمیری فی قرب الاسناد عن ھارون بن مسلم عن مصعدۃ بن صدقۃ عن جعفر عن ابیہ

اس سند میں ایک راوی حمیری شارب الخمر ہے۔ انہ کان یشرب الخمر حمیری ہمیشہ شراب پیتا تھا حتیٰ کہ اس کا چہرہ سیاہ ہو چکا تھا۔ پھر ہمارے ملنگوں پر بھنگ نوشی کا الزام لگاتے ہو اور خود شرابیوں کی روایات پیش کرتے ہو اور انہیں اپنا دین وایمان بنائے پھرتے ہو اور دوسرا راوی اس سند میں مصعدہ بن صداقہ ہے جو سُنّی تبرّی ہے۔ یہ روایت سُنّیوں کی ہے، کسی شیعہ راوی کی عبارت پیش کرو۔

الجواب...... اس سند پر مولوی اسماعیل صاحب نے دو اعتراض کیے ہیں اور دونوں ہی غلط ہیں۔ پہلا جھوٹ حمیری کے متعلق بولا گیا وہ شرابی تھا، اس کا منہ کالا ہو گیا تھا۔

جناب! جس حمیری کی بات آپ کرتے ہیں وہ اور ہے اور جس کی بات ہم کرتے ہیں وہ اور ہے۔ آپ کے حمیری کا نام اسماعیل بن محمد تھا اور لقب تھا السید۔ دیکھیے رجال الکشی، ص ۲۴۳ اور جس حمیری کی روایت ہم پیش کرتے ہیں، وہ تو خود کتاب قرب الاسناد کا مؤلف ہے۔ اگر آپ قرب الاسناد کا ٹائٹل ہی ملاحظہ فرما لیتے تو آپ کو نظر آتا۔

قرب الاسناد لابی العباس عبد اللہ بن جعفر الحمیری القمی من اصحاب الامام العسکری

جناب! یہ تو آپ کے گیارہویں امام حسن عسکری کا صحابی ہے۔ اگر آپ کی پھر بھی تسلی نہ ہو تو اپنے مذہب کی اسماء الرجال کی کتابیں اُٹھائیں۔ ہمارے دعویٰ کی خود بخود تصدیق ہو جائے گی۔

عبد اللہ بن جعفر بن حسین الحمیری ابو العباس القُمِّی شیخ القمین

ووَجھھم ثقۃ من اصحاب ابی محمد العسکری (رجال العلامۃ الحلی، ص ۱۰۶)

رجالِ طوسی امام حسن عسکری کے اصحاب کے ذکر میں باب عین نکال لیتے، اس میں دوسرے نمبر پر یوں تحریر ہے:

عبد الله بن جعفر الحميرى قمی ثقة (رجال الطوسی، ص۴۳۲)

عبد الله بن جعفر بن حسين بن مالك بن جامع الحميرى ابو العباس شيخ القمين ووجههم وصنف كتبا كثيره ...... قرب الاسناد (رجال النجاشی، ص۱۵۲)

دوسرا راوی، جس کو مولوی اسماعیل نے سُنّی بتایا ہے، اس کا نام ہے مصعدہ صداقہ۔ اس کے متعلق بھی کتب رجال ملاحظہ فرمایئے۔

مصعده بن صدقة رواه عن ابى عبد الله و ابى الحسن له كتب (رجال النجاشی، ص۲۹۵)

رجال الطوسی میں اصحاب صادق کی فہرست میں ۵۴۵ نمبر ملاحظہ فرمایئے۔

مصعدة بن صدقة العبسى البصرى ابو محمد (رجال النجاشی، ص۲۹۵)

نیز اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ یہ راوی سُنّی تھا، ماننا پڑے گا کہ ائمہ کے اصحاب سُنّی تھے، جن سے ائمہ روایتیں بیان فرماتے تھے۔ نیز پھر یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ اگر راوی سُنّی ہو تو سند معتبر، اگر شیعہ ہو تو غیر معتبر۔ کیونکہ علامہ مجلسی نے جب حیات القلوب میں اس روایت کو نقل کیا تو لکھا: درقرب الاسناد بسند معتبر از حضرت صادق روایت کردہ است از برائے رسولِ خدا از خدیجہ متولد شدند طاہر، قاسم، فاطمہ، امّ کلثوم، رقیہ، زینب ...... قرب الاسناد میں معتبر سند کے ساتھ، حضرت جعفر صادق سے روایت کیا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ اولاد پیدا ہوئی: طاہر، قاسم، فاطمہ، ام کلثوم، رقیہ، زینب۔
(حیات القلوب، ج۲ ص۵۸۸)

نیز یہ راوی سُنّی کس طرح ہوگیا؟ کیونکہ اسکے حالات میں صاف لکھا ہوا ہے (تَبَرِّیْ) یعنی وہ تبرّا کرنے والا تھا۔ حالانکہ کوئی بھی سُنّی شیخین پر تبرّا کرنے کا تصوّر بھی نہیں رکھتا۔

دلیل نمبر ۷

تہذیب الاحکام میں رمضان المبارک کی یومیہ دعاؤں کا ذکر کرتے ہوئے ایک دُرود شریف لکھا ہے:

اَللّٰھُمَّ صِلِّ عَلیٰ رُقَیَّۃَ بِنْتِ نَبِیِّكَ وَالْعَنْ مَنْ اٰذٰی نَبِیَّكَ فِیْھَا

اے اللہ! اپنے نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی صاحبزادی رقیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) پر رحمت نازل فرما
اور اس آدمی پر لعنت فرما، جس نے رقیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے بارے میں تیرے نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو ایذا پہنچائی۔

اَللّٰھُمَّ صِلِّ عَلیٰ اُمِّ کُلْثُوْمٍ بِنْتِ نَبِیِّكَ وَالْعَنْ مَنْ اٰذٰی نَبِیَّكَ فِیْھَا

اے اللہ! اپنے نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی صاحبزادی اُمِ کلثوم (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) پر رحمت نازل فرما
اور اس آدمی پر لعنت فرما، جس نے اُمِ کلثوم (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے بارے میں تیرے نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو ایذا پہنچائی۔

(تہذیب الاحکام، ج ۳ ص ۱۲۰)

آپ نے غور فرمایا کہ شیعہ متقدمین رمضان شریف جیسے مقدس مہینے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ان دونوں شہزادیوں پر دُرود پڑھتے ہیں، جو حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں تھیں لیکن آج کے شیعہ حضرات اپنے بزرگوں کے فیصلوں اور معمولات کے برخلاف ان دونوں کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شہزادی تسلیم کرنے پر ہی تیار نہیں۔ نیز اس دُرود میں ان لوگوں پر لعنت کی گئی ہے جو ان دونوں شہزادیوں کے متعلق نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایذا دیتے ہیں اور وہ موذی کون ہیں؟ اگر کسی آدمی کو اس کی بیٹی کے بارے میں کہا جائے کہ یہ اس کا باپ نہیں تو اس آدمی کیلئے اس سے بڑی گالی اور کوئی نہیں اور اس سے اس کو سخت ایذا پہنچتی ہے۔ اس دُرود میں انہی لوگوں پر لعنت کی گئی ہے جو ان کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیٹیاں نہ کہہ کر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایذا دیتے ہیں۔

دلیل نمبر ۸

حیات القلوب میں حضرت امام جعفر صادق سے ایک معتبر حدیث منقول ہے، جس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سامنے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فضائل بیان کرتے ہوئے فرمایا: خدیجہ، خدا اور ارحمت کند از من، طاہر مطہر را بہم رسانید کہ نام او عبد اللہ بود، وقاسم را آورد وفاطمہ ورقیہ وزینب واُمّ کلثوم از بہم رسیدند...... (حضرت) خدیجہ پر خدا کی رحمت ہو کہ اس نے مجھے طاہر وہ مطہر دیا، جس کا نام عبد اللہ تھا، قاسم کو پیدا کیا اور فاطمہ، رقیہ، زینب اور اُمّ کلثوم اس سے پیدا ہوئیں۔ (حیات القلوب، ج ۲ ص ۸۷)

دلیل نمبر ۹

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذوالنورین سے فرمایا کہ

وقد نلت من صھرہٖ مالم ینالا (نہج البلاغۃ، خطبہ ۱۶۳، ص ۵۲۵)

اور تو نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دامادی کا شرف بھی حاصل کیا ہے، جو ان دونوں (ابو بکر و عمر) نے نہیں پایا۔

معلوم ہوا کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دامادِ نبی سمجھتے تھے اور دامادِ نبی تب ہی ہو سکتے ہیں جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے علاوہ کوئی اور بیٹی موجود ہو۔

اعتراض 4......مولوی اسماعیل نے فتوحاتِ شیعہ کے ص ۳۳ پر اس حوالہ کے متعلق ایک عجیب جاہلانہ اعتراض کیا ہے، ملاحظہ ہو:

یہ کتاب نہج البلاغت کلامِ امیر ہے۔ باب مدینہ العلم کا کلام ہے نہج البلاغت اس کا نام ہے اور فصاحت و بلاغت تو آپ کے بزرگوں کو نہ آئی اس کا ترجمہ چار بیٹیاں کہاں، پورا داماد کہاں۔ حضرت کی اولاد کہاں اس میں تو لفظِ مِنْ موجود ہے جو تبعیض کا حرف ہے یعنی تو نے دامادی میں سے تھوڑی نسبت پائی ہے جو شیخین نے نہیں پائی مِن تبعیض کا ہے، جس کا معنی بعض کے ہیں۔ اگر پورا داماد ہوتا تو لفظِ مِن کیوں آتا، اور داماد پورا تب ہوتا جب بیٹیاں پوری حقیقی ہوتیں۔ بیٹیاں ربیبہ، نسبت کمزور، جیسی بیٹیاں، ویسا داماد، نہ بیٹیاں پوری نہ داماد۔

جواب...... مولوی اسماعیل نے اس جگہ عبارت کا مطلب تبدیل کرنے کیلئے حیلے تو بہت کئے عیاری سے بھی کام لیا۔ پھر عبرت کا مطلب تو نہ بدلنا تھا، علمیّت کا بھانڈا تو ضرور پھوٹ گیا۔ کیوں جناب! ہر جگہ مِن تبعیض کیلئے آتا ہے؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو دلیل؟ المنجد عربی اردو میں ہے کہ

نالني من فلان معروف فلاں کی طرف سے مجھ کو بھلائی پہنچی۔ (المنجد، ص ۱۳۳۷)

جناب! یہاں بھی فعل نَالَ ہے اور اس کے بعد مِنْ ہے۔ وہاں بھی فعل نَالَ ہے اور اس کے بعد مِنْ۔ اگر نالني من فلان معروف کا ترجمہ، اس کی طرف سے مجھے سوتیلی غیر حقیقی بھلائی پہنچی، نہیں ہوسکتا، تو قد نلت من صهرهٖ مالم ينالا میں بھی غیر حقیقی سوتیلی دامادی، ترجمہ نہیں ہوسکتا۔ لسان العرب میں ہے کہ نالني من فلان معروف ينالني اى وصل الي منه معروف (لسان العرب، ج ۱۱ ص ۶۸۵)

پھر جناب! نہج البلاغت کے تمام مترجمین وشارحین نے اس کا ترجمہ دامادی کیا ہے مولوی اسماعیل والا ترجمہ نہیں کیا۔ ملاحظہ ہو:

وازدمادیٔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بمقام رسیدہ ای کہ آنہاں نہ رسیدند ...... آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے داماد ہونے کے باعث آپ اس مقام پر پہنچے کہ جہاں وہ (ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) نہ پہنچے۔ (ترجمہ وشرح نہج البلاغہ بقلم محمد علی انصاری قم، ص ۴۴۵)

ایک اور حوالہ ملاحظہ ہو:

وبدامادیٔ پیغمبر مرتبہ افتہ ای کہ ابوبکر وعمر نیافتند عثمان رقیہ وامّ کلثوم را۔ ابن بناء بر مشہور دختران پیغمبر بودند۔ بہ ہمسری خود درآورد۔ دراوّل رقیہ را وبعد از چندگاہ کہ مظلومہ وفات نمود، امّ کلثوم را بجائے خواہر باو وادند۔ واز ایں روح است کہ باپیش عامہ وسنّی بابذی النورین ملقب گشتہ ...... دامادیٔ پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے باعث آپ نے وہ مرتبہ حاصل کیا کہ ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حاصل نہیں کیا یعنی عثمان نے۔ رقیہ اور امّ کلثوم مشہور قول کے مطابق پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیٹیاں تھیں۔ پہلے رقیہ کو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں دیا۔ کچھ عرصہ بعد ان کی وفات ہوگئی تو اُمّ کلثوم کو ان کی ہمشیرہ کی جگہ دیا۔ اسی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا لقب عام لوگوں اور سُنّیوں کے نزدیک ذوالنورین پڑگیا۔ (ترجمہ وشرح نہج البلاغہ بقلم فیض الاسلام، ص ۵۲۸)

مولوی اسماعیل کا یہ کہنا کہ یہ بیٹیاں سوتیلی غیر حقیقی تھیں بالکل بے دلیل ہے۔

وجمع از علمائے خاصہ را اعتقاد آن است کہ رقیہ وامِ کلثوم دخترانِ خدیجہ بودند از شوہر دیگر کہ پیش از شوہریٔ رسولِ خدا داشتہ حضرت ایشاں را تربیت کردہ بود۔ دختر حقیقی آنجناب نبودند وبعضے گفتہ اند کہ دختران آلہ خواہرِ خدیجہ بودہ اند وبرنفی این ہر دو قول روایت معتبرہ دلالت می کند ...... علماء خاصہ اور عامہ کی ایک جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ رقیہ اور امّ کلثوم، حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس شوہر سے بیٹیاں تھیں جس کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلے شادی کی تھی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو پالا تھا۔ یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سگی بیٹیاں نہ تھیں اور بعض نے یہ کہا ہے کہ یہ لڑکیاں حضرت خدیجہ کی ہمشیرہ آلہ کی تھیں۔ لیکن ان دونوں اقوال کی نفی پر معتبر روایتیں دلالت کرتی ہیں۔ (حیات القلوب، ج ۲ ص ۵۸۹، باب ۵۱)

ہماری تشریح وتوضیح سے مولوی اسماعیل صاحب کی انوکھی اور بھونڈی تاویل کی حقیقت یقیناً قارئین پر بے نقاب ہوگئی ہوگی۔

دلیل نمبر ۱۰

شیعہ حضرات کے ثقۃ المحدثین شیخ عباس قمی نے اپنی مشہور کتاب منتہی الامال میں حضور ختمی المرتبت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اولاد وامجاد کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا:

از حضرت صادق روایت شدہ است کہ از برائے رسولِ خدا از خدیجہ متولّد شدند طاہر و قاسم و فاطمہ و امّ کلثوم و رقیہ و زینب، وتزویج نمود فاطمہ را بہ حضرت امیر المؤمنین و زینب را بہ ابی العاص بن ربیع کہ از بنی امیہ بود۔ و امّ کلثوم را بعثمان بن عفان۔ و پیش از آں کہ بخانہ عثمان برود برحمتِ الٰہی واصل شد۔ و بعد از اہ حضرت رقیہ را با او تزویج نمود۔ پس از برائے حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در مدینہ ابراہیم متولد شد از ماریہ قبطیہ ...... حضرت امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پیدا ہوئے طاہر، قاسم، فاطمہ، امّ کلثوم، رقیہ اور زینب۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی حضرت امیر المؤمنین علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کی اور زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی ابوالعاص بن ربیع سے کی جو کہ خاندان بنو امیہ سے تھے اور امّ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عثمان بن عفان سے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر جانے سے پہلے ہی ان کا وصال ہوگیا اور اس کے بعد رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی کردی۔ پھر مدینہ منورہ میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے۔ (منتہی الآمال، ص ۱۳۲، فصل ہشتم در بیان احوال وامجاد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم است)

قارئین کرام! الحمدللہ ہم نے دس قوی دلائل سے یہ ثابت کردیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں تھیں اور جو لوگ اس سلسلے میں شک وشبہ میں مبتلا تھے، اُمید ہے کہ ہماری اس مختصر لیکن مدلل تحریر سے شکوک وشبہات کے بادل چھٹ جائیں گے اور حق پوری آب وتاب کے ساتھ نکھر کر سامنے آجائے گا۔ لیکن نہ مانوں کے مریض کا کوئی علاج نہیں۔

مسئلہ تحریفِ قرآنی

شیعوں کے نزدیک موجودہ قرآن ناقص ہے۔ اس میں سے جامعینِ قرآن نے کئی آیات گرادی ہیں اور کئی مطلب کی آیات بڑھادی ہیں۔ لیکن موجودہ زمانے کے شیعہ کے سامنے یہ روایات پیش کی جاتی ہیں، تو جان چھڑانے کیلئے یہ کہہ دیتے ہیں کہ تم اہلسنت بھی تحریف کے قائل ہو۔ حالانکہ ہم اہل سنت و جماعت تحریفِ قرآن کے قائل پر کروڑ ہا بار لعنت بھیجتے ہیں۔

شیعہ حضرات میں اگر یہ ہمت ہے تو وہ بھی اس بات کا اعلان کریں لیکن شیعہ ہمارے کسی بزرگ کا نام پیش کر سکتے، جو تحریفِ قرآن کا قائل ہو۔ ہمارے نزدیک تو تحریفِ قرآن کا قائل کافر ہے۔ جبکہ شیعہ قائلین تحریف کے بارے میں فتویٰ جاری کرنے کیلئے تیار نہیں۔

(ہمارے دعویٰ پر دلائل ملاحظہ ہوں)

حضرت امام باقر فرماتے ہیں کہ جو آدمی یہ دعویٰ کرے کہ میں نے تنزیل کے مطابق سارا قرآن جمع کیا (جو میرے پاس ہے) تو وہ جھوٹا ہے۔ کیونکہ قرآنِ کریم کو تنزیل کے مطابق صرف حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے مابعد ائمہ نے جمع کیا اور یاد کیا ہے۔ (تفسیر صافی، ج ۱ ص ۱۲ المقدمۃ الثانیہ)

سالم بن سلمہ کہتا ہے کہ امام جعفر کے پاس ایک آدمی نے قرآن پڑھا۔ جو قرآن پڑھتے ہیں، وہ اس کے مطابق نہ تھا۔ تو امام جعفر نے فرمایا، یہ پڑھنے سے باز آجاؤ بلکہ ویسے ہی پڑھو جیسے کہ لوگ پڑھتے ہیں۔ یہاں تک کہ امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ظہور ہو جائے۔ جب امام مہدی تشریف لائیں گے تو وہ صحیح قرآن پڑھیں گے۔ اس کے بعد امام جعفر صادق نے وہ مصحف لیا، جو حضرت علی نے لکھا تھا اور فرمایا جب حضرت علی اس کی کتابت سے فارغ ہوئے تو آپ اس قرآن کو لوگوں کے پاس لے گئے اور فرمایا: یہ اللہ عزّ وجل کی کتاب ہے اور میں نے اس کو لوحین کے درمیان جمع کیا ہے۔ (اس کو لے لو) تو لوگوں نے کہا کہ ہمارے پاس قرآن موجود ہے۔ ہمیں تیرے اس قرآن کی کوئی ضرورت نہیں۔ تو آپ نے فرمایا اچھا مجھے قسم ہے اللہ کی آج کے بعد تم اس کو کبھی نہیں دیکھ سکو گے۔ میرا یہ فرض تھا کہ جب میں نے اسے جمع کیا تو تمہیں بتاؤں تا کہ تم اس کو پڑھ سکو۔ (اصول کافی، ج ۲ ص ۶۳۳، کتاب فضل القرآن) حضرت امام جعفر صادق نے فرمایا کہ اگر اللہ کی کتاب میں کمی بیشی نہ کی جاتی تو صاحبِ عقل لوگوں پر ہمارا حق مخفی نہ رہتا۔ (تفسیر صافی، ج ۱ ص ۲۵ مقدمہ سادسہ) امام ابی جعفر صادق محمد باقر نے فرمایا کہ قرآن مجید میں سے بہت سی آیتیں گرادی گئی ہیں لیکن کوئی کوئی حرف بڑھا دیا گیا ہے۔ (تفسیر صافی، ج ۱ ص ۲۵ المقدمۃ السادسۃ)

حضرت علی مرتضیٰ نے زندیق کو فرمایا کہ پھر جب ان منافقوں سے وہ مسئلے پوچھے جانے لگے، جن کو وہ نہیں جانتے تھے، تو وہ مجبور ہوئے کہ قرآن جمع کریں۔ اس کی تاویل کریں اور اس میں وہ باتیں بڑھائیں جن سے وہ اپنے کفر کے ستون قائم کرسکیں۔
(احتجاج طبرسی، ج ا ص ۳۸۳۔ تفسیر صافی، ج ا ص ۳۰ مقدمہ سادسہ)

تُقَاة رسمِ خط کے قاعدے سے اس صورت میں اس لئے لکھا جاتا ہے کہ بعض قاریوں نے حسبِ تنزیل خدا اس کو **تَقِیَّہ** پڑھا ہے۔ اگر **تُقَاة** بھی پڑھا جائے تب بھی معنی اس کے **تَقِیَّہ** ہی ہوں گے۔ صرف چالاکی یہ کی گئی ہے کہ پڑھنے سے مقصد یہ ہے کہ عوام الناس کو دھوکہ دیا گیا کہ لفظِ **تقیہ** قرآن مجید میں نہیں ہے۔ (ترجمہ مقبول مطبوعہ افتخار بک ڈپو لاہور،
حاشیہ زیر آیت **اِلا ان تتقوا منھم تقاۃ** ط پ ۳، ال عمران: ۲۸)

☆ **ان اللہ اصطفیٰ آدم ...... الخ**

تفسیر قُمّی میں وارد ہے کہ یہ آیت اس طرح تھی: **ان اللّٰہ اصطفیٰ آدم و نوحا و اٰل ابراھم و آل عمران و آل محمّد ...... الخ**

☆ لوگوں نے اس کتاب سے لفظ آلِ محمد کو گرادیا ہے۔

☆ تفسیر عیاشی میں ہے کہ لفظ آلِ محمد اس آیت میں موجود تھا لوگوں نے مٹادیا۔

☆ ایک اور روایت میں ہے کہ اصل کتاب یوں تھی آلِ ابراہیم و آلِ محمد، بجائے لفظ **محمد** کے **عمران** بنادیا گیا۔

(ترجمہ مقبول، ص ۴۳ ۔ پ ۳، سورۂ آلِ عمران: ۳۳)

☆ **و اذ اخذ اللہ میثاق النبیین ...... الخ**

جناب امام محمد باقر سے اس آیت کے مبسوط معنی لکھنے کے بعد ذکر کیا ہے کہ ان حضرات کا قول یہ ہے کہ اصل تنزیلِ خدا اسطرح تھی:

و اذ اخذ اللہ میثاق اُمم النبیین ...... الخ مگر بعد میں لفظ اُمم گرادیا گیا۔

(ترجمہ مقبول ۔ پ ۳، سورۂ آلِ عمران: ۸۱)

☆ **کنتم خیر امة ......** تفسیر قمی میں حضرت جعفر سے منقول ہے کہ کسی نے ان کے سامنے پڑھا **کنتم خیر امة** تو حضرت نے فرمایا، آیا وہ اُمت خیر اُمت ہے جس نے جناب امیر المؤمنین اور حسین کو قتل کیا تھا؟ اس پڑھنے والے نے عرض کیا کہ میں آپ پر فدا ہوں، یہ آیت کیونکر نازل ہوئی تھی؟ فرمایا اس طرح نازل ہوئی: **انتم خیر ائمة اخرجت للناس** ط

(حاشیہ ترجمہ مقبول ۔ پ ۴، سورۂ آلِ عمران: ۱۱۰)

امیر المؤمنین سے ایک روایت منقول ہے کہ میں نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اگر مؤمن دنیا سے اس حالت میں مرجائے کہ کل اہلِ زمین کے گناہوں کے برابر ہوں تو بھی موت اس کے گناہوں کا کفارہ ہوجائے گی۔ پھر فرمایا جو شخص لا الہ الا اللہ سچے دل سے کہے گا وہ شرک سے بَری ہے اور جو دُنیا سے اس حال میں جائے گا کہ کسی شئی کو خدا کا شریک نہ ٹھہرایا ہوگا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آیت تلاوت فرمائی: ان اللّٰہ لا یغفر ان یشرک بہٖ و یغفر ما دون ذٰلک لمن یشآء من شیعتک و محبیک یا علی (ترجمہ مقبول۔ پ۵، سورۂ نساء:۴۸) موجودہ قرآن میں لفظ شیعتک و محبیک یا علی نہیں ہے۔

☆ ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جآءُوک۔

تفسیر قمی میں ہے کہ اصل تنزیل میں جَآءُوکَ کے بعد یَا علی ہے۔ (ترجمہ مقبول، ص ۱۰۵ ۔ پ۵، سورۂ نساء:۶۴)

☆ ولو انھم فعلوا ما یوعظون بہٖ۔

کافی میں جناب امام باقر سے منقول ہے، اصل تنزیل یوں تھی: ما یوعظون بہٖ فی علی۔
(ترجمہ مقبول، ص ۱۰۵۔ پ۵، آیت:۶۶)

(ترجمہ مقبول میں تحریفِ قرآن کے مزید حوالے دیکھنے ہوں تو دیکھیں: ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۴۵، ۳۵۴، ۴۸۱، ۵۱۲)

اصولِ کافی میں ہے، جو قرآنِ حکیم حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر لائے تھے، اس کی سترہ ہزار آیتیں تھیں۔
(اصول کافی، ج۲ ص ۶۳۴)

جبکہ موجودہ قرآن میں کل آیات صرف 6666 ہیں۔

ایک آدمی کو امام حسن نے قرآن دیا اور کہا اس کو نہ دیکھنا۔ میں نے کھولا۔ اس میں پڑھا لم یکن الذین کفروا تو اس میں ستر قریشی آدمیوں کے نام اور ان کے آباء کے ناموں سمیت میں نے پڑھا۔ (اصول کافی، ج۲ ص ۶۳۱)

حضرت علی نے فرمایا، انھم اثبتوا فی الکتاب مالم تقلہ اللّٰہ لیبسوا علی الخلیفۃ ان منافقوں نے قرآن میں وہ باتیں بڑھادیں جو اللہ نے نہیں فرمائیں تاکہ مخلوق کو دھوکہ دیں۔ (احتجاج طبرسی، ج ۱ ص ۳۷۱، مطبوعہ بیروت لبنان)

شیعہ حضرات کی معتبر تفسیر صافی، جلد اوّل صفحہ ۲۴ اَلْمُقَدَّمَۃُ السَّادِسَۃُ عنوان یوں ہے:

المقدمة السادسة فی نبذ مما جآء فی جمع القران و تحریفهٖ و زیادتهٖ و نقصهٖ و تاویل ذٰلك

اور اسی مقدمہ میں متعدد روایاتِ تحریف درج کرنے کے بعد شیعوں کا مجتہدِ اعظم ملا فیض کاشانی لکھتا ہے، جس کا ترجمہ یہ ہے:

ان تمام روایات سے (اور روایات بھی وہ جو اہلِ بیت سے مروی ہیں) بلکہ اس میں اللہ کی تنزیل کے مخالف چیزیں ہیں اور یہ قرآن مغیر محرف ہے اور حضرت علی کا نام نامی گرا دیا گیا ہے اور کئی جگہ سے لفظ آلِ محمد گرا دیا گیا ہے اور منافقوں کے نام گرا دیئے گئے ہیں اور اسکے علاوہ بھی بہت کچھ کہا گیا ہے۔ اب یہ بات بھی ہے کہ موجودہ قرآن کی ترتیب اللہ اور اس کے رسول کی پسندیدہ ترتیب نہیں ہے اور یہی بات علی بن ابراہیم نے اپنی تفسیر میں کی ہے۔ (تفسیر صافی، ص ۳۲)

اور اسی تفسیر صافی کے ص ۳۴ پر لکھا ہے جس کا ترجمہ پیش خدمت ہے، اگر مومن دنیا سے اس حالت میں مر جائے کہ کل اہل زمین کے گناہوں کے برابر گناہ ہو تو بھی موت اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گی۔ (بہرحال ہمارے مشائخ کا عقیدہ) ظاہر بات یہ ہے کہ ثقۃ الاسلام محمد بن یعقوب الکلینی قرآن میں تحریف اور نقصان کا عقیدہ رکھتا تھا۔ اسی لئے کہ انہوں نے اس مطلب کی روایات اپنی کتاب کافی میں بیان کی ہیں اور ان روایات پر کوئی اعتراض بھی نہیں کیا باوجودیکہ انہوں نے اپنی کتاب کی ابتداء میں لکھا ہے کہ وہ اس کتاب میں وہی روایات درج کریں گے جن پر ان کو وثوق ہوگا اور ایسے ہی انکے استاد علی بن ابراہیم کا عقیدہ ہے۔ ان کی تفسیر روایاتِ تحریف سے بھری پڑی ہے اور قمی اس مسئلہ میں بہت غلو کرتا تھا اور ایسے ہی شیخ احمد بن طالب طبرسی، وہ بھی ان دونوں کے نقشِ قدم پر اپنی کتاب احتجاج میں چلا ہے۔ (تفسیر صافی، ص ۳۴)